سعدیہ ارشاد
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین پیپلز کالونی فیصل آباد

Sadia Irshad
Assistant Professor, Urdu, Govt. College for Women Peoples Colony Faisalabad

مرزا غالب کی فارسی شاعری میں تذکرۂ رسول ﷺ

Reminiscences of the Prophet (PBUH) in Ghalib’s Persian Poetry

Abstract

Mirza Ghalib, a poet of Urdu and Persian, spent most of his life, in refining his Persian poetry. In the field of praise and adoration of Mohammad (PBUH), his Persian poetry is the mirror of his creative endeavors. In his Persian Poetry, Ghalib kept on mentioning Prophet (PBUH) at the quatrains, odes, qitas, qasaids and masnavis in praise of the Holy Prophet (PBUH). A study of Ghalib’s Persian kalam (word) mentions the prophet (PBUH) and shows all of his poems that have been written in the praise of Holy Prophet (Peace be upon him) are key topics in the articles. There secondary subjects such as embodiment of Rasool (PBUH), Faraq-e-madinah and wordly demands are not mentioned. On the contrary, by describing the greatness of the Holy Prophet (PBUH) everywhere he has entrusted this gift of love to Allah in a very beautiful way.

Keywords: Ghalib, Persian poetry, The Messenger (SAW) as the mercy of the world, Ghalib’s best naatiya gazal, Ghalib as a lover of Rasool (SAW)

کلیدی الفاظ: غالب، فارسی شاعری، رحمۃ اللعالمین ﷺ، غالب کی نعتیہ غزل، غالب بطور عاشق رسول ﷺ

فارسی ادب میں ایشیائی مذاق کے موافق جو دستگاہ مرزا غالب نے بہم پہنچائی تھی اور فارسی نظم اور نثر دونوں میں جو بلند پایہ اُنہوں نے حاصل کیا تھا۔ اس کو اس زمانے میں بہت سے سخن پرور اور نکتہ سنج لوگوں نے قابل قدر جانا مرزا غالب کو فارسی زبان پر ایسی ہی قدرت حاصل تھی جیسی کہ ایران کے ایک بڑے سے بڑے مشاق و ماہر استاد کو ہونی چاہیے لیکن جس طرح تمام ممتاز اور نامور شعراء میں خاص مضامین کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی گئی ہے۔ اسی طرح مرزا بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ تصوف، حُبِّ نبیؐ، حُبِّ اہل بیت، فخر، شوخی و ظرافت، رندی و بے باکی، اظہارِ محبت و ہمدردی، حُسنِ طلب، چند ایسے میدان تھے جن کا بیان مرزا کے تمام اصنافِ سخن میں نہایت لطیف واقع ہوا ہے۔

غالب کی فارسی شاعری کے متعلق یہ بات قابلِ غور ہے کہ وہ کیا اسباب تھے۔ جنھوں نے پچاس برس تک انہیں ایک ایسے فن کی تکمیل اور اس میں ترقی کرنے پر مستعد اور سرگرم رکھا۔ جس کا اُن کے زمانے میں کوئی خاص قدر دان نہ تھا۔ اسے بہادر شاہ کی سرکار سے صرف پچاس روپیہ ماہوار ملتا تھا اور وہ بھی چھ سات برس سے زیادہ نہیں ملا۔ کسی شاعر کے دل میں اصلی ترقی کا ولولہ دو چیزوں کا مرہونِ منت ہے۔ اوّل: فطری استعداد اور قابلیت جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر تمام عالم میں ایک بھی قدر دان نہ ہو تو بھی

وہ اپنے جوہر ضائع کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ دوم: اس فطری ملکہ کو تحریر دینے والا اور اس آگ کو پتھر سے نکالنے والا اس کا یقین کے معاشرے میں فی الحقیقت سخن فہم موجود ہیں۔

غالب کی ساری توجہ زندگی بھر فارسی شاعری کی طرف مبذول رہی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ شانہ سخن سے اپنے فارسی کلام کی زلفیں سنوارنے میں گزرا اور خاص طور پر حمد و نعت کے میدان میں ان کی تخلیقی کاوش کا آئینہ دراصل ان کا فارسی کلام ہی ہے۔ فارسی میں ان کے قصائد، مثنویاں، قطعات اور رباعیاں ہیں اور سب سے بڑھ کے ان کی غزلیں ہیں انہوں نے اپنے کلام میں تمام اصناف سخن کا احاطہ کیا ہے۔ حمد و نعت میں قصیدے کہے ہیں۔ نعت میں ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔ چونکہ غالب کی عظمت کی اساس ان کی غزلوں پر ہے۔ لہٰذا حمد و نعت میں ان کی غزلوں کا جائزہ خاص طور پر اہم ہے۔ غالب کی فارسی شاعری میں تذکرہ رسول ﷺ کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ غالب کے فارسی دیوان میں نعت و منقبت کے حوالے سے کل اشعار دو ہزار چھ سو انچاس ہیں اور اردو دیوان میں نعت و منقبت کے دو سو انتالیس اشعار ہیں۔ اس طرح غالب کے دیوان میں فارسی اور اردو میں دو ہزار آٹھ سو اٹھاسی اشعار نعت و منقبت کے حوالے سے ہیں۔

غالب کے فارسی دیوان میں چار قصائد ایسے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی شان میں ہیں پہلے تین میں تذکرہ رسولؐ اور آپؐ کی محبت میں اشعار ہیں۔ چوتھے قصیدے میں حضور اکرمؐ کے فضائل اور حضرت علیؓ کی مدح ہے۔ غالب کے فارسی کلام میں دو مثنویاں ایسی ہیں جن میں حضور اکرمؐ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ ایک مثنوی حضور اکرمؐ اور حضرت علیؓ کی شان پر ہے۔ دوسری مثنوی "ابر گہر بار" ہے ابر گہر بار کے تین حصے حضور اکرمؐ کی مدحت پر ہیں۔ وہ حصے نعت، معراج نامہ اور مغنی نامہ ہیں۔

غالب کے فارسی دیوان میں ایک نعتیہ رباعی موجود ہے جس کے دو اشعار ہیں۔ غالب کے فارسی کلام میں ایک قطعہ موجود ہے۔ جس کے اشعار کی تعداد دو ہے۔ اس میں نبی اکرمؐ کی شان بیان کی گئی ہے۔ غالب کے فارسی کلام میں دو فاتحہ ہمیں نظر آتی ہیں پہلی فاتحہ میں ۶۷ اشعار اور دوسری فاتحہ میں ۲۰ اشعار ہیں۔ پہلی فاتحہ کا مطلع حمدیہ ہے جبکہ دوسری فاتحہ کا مطلع ملاحظہ کیجیے۔

بہر ترویح نبیؐ حاکم ادیان و ملل
کارفرمائی نبوت ابد اُھم ز ازل

یعنی برائے خوشنودی نبی کریمؐ جو حاکم دین وملت ہیں۔ اور جس کی نبوت ازل سے ابد تک قائم ہے۔

پروفیسر نذیر احمد غالب کی فارسی قصیدہ نگاری کے ذیل اپنی کتاب "غالب پر چند مقالے" میں لکھتے ہیں کہ غالب کے قصائد میں ۱۳ مذہبی قصیدے ہیں جن میں ایک حمد باری میں، تین نعت میں چار حضرت علیؓ کی منقبت میں دو حضرت امام حسینؓ ایک حضرت عباس بن علی، ایک حضرت امام مھدیؑ کی منقبت میں ہے لیکن غالب نے صرف نعتیہ قصائد میں ہی نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہیں کیا بلکہ بارہ اماموں کے نام لے کر منقبتی اشعار لکھے ہیں اور ان میں حضور اکرمؐ اور ان کی گوشہ جگر حضرت فاطمہؓ کی شان میں اشعار لکھ کر چودہ معصومین کی مدح خوانی کی جو ان کے فارسی دیوان میں موجود ہے۔

غالب کی دونوں فاتحہ میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ فاتحہ نمبر ا میں آٹھ اشعار حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شان میں ہیں اور دوسری فاتحہ میں مطلع آپؐ کی شان میں ہے۔ ان اشعار میں مضمر اشاروں سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے سیرت و تاریخ سے واقفیت ضروری ہے۔ جو غالب کو حاصل تھی۔ غالب نے فاتحہ میں بھی قادر الکلامی اور عاجز بیانی میں معجز بیانی دکھائی ہے۔ حضور اکرمؐ کی بخشش پر کہتے ہیں:

جرم بخشائی کہ گر جو شد بھار رحمتش
برفنائی خویش لرزد جوں دل مجرم عذاب

ترجمہ: جب آنحضرتؐ کی رحمت گناہ بخشنے کیلئے جوش میں آتی ہے تو خود گناہ اپنے نابود اور فنا ہونے کے ڈر سے ایسا کانپتا ہے جیسے کسی مجرم کا دل سزا کے ڈر سے۔

ایک اور شعر میں کہتے ہیں:

بادہ خم خانہ اوپر توی نورِ جمال
بندے میای او چشم سفید پنبہ مینای

ترجمہ: حضورؐ کی بارگاہ کی ایک اینٹ سورج ہے اور آپؐ کی بزم کی شمع چاند ہے۔

افتخار احمد عدنی لکھتے ہیں

"وحدت الوجود کے علاوہ تصوف کی ایک بنیادی حقیقت رسول مقبولؐ کے مقام کا عرفان ہے جب غالب اپنے عروجی سفر میں شیخ سے رسول تک پہنچتا ہے اور پھر رسول اللہؐ کے فیضان سے اللہ تک پہنچایا جاتا ہے۔ تو اسے حقیقت محمدؐیہ کے اسرار سے آگاہی عطا ہوتی ہے پھر وہ نور محمدی کی جلوہ گری کا مشاہدہ کائنات کی ہر شے میں کرتا ہے۔ موسم کے تغیر و تبدل میں، پھولوں کے کھلنے میں کھیتوں کے لہلہانے میں، ہر چیز میں اسے رحمۃ اللعالمین کا فیض جاری و ساری نظر آتا ہے۔

دانی اگر بمعنی لولاک وارسی
کز پرچہ از حق است ازان محمد است

ترجمہ: اگر تو لولاک کے معنی سمجھ لے تو تجھے معلوم ہو گا جو کچھ خدا کا ہے وہ سب محمدؐ کا ہی ہے۔

"تصوف کا یہ عظیم موضوع غالب کے دل و دماغ پر محیط تھا۔ اس پر اظہار خیال سے انہیں کبھی سیری نہیں ہوتی تھی۔ مثنوی بیان معراج لکھی ایک بہت اہم نعت لکھی۔ لیکن پھر بھی یہ محسوس کرتے رہتے کہ نعتیہ شاعری کا حق ادا نہ ہو سکا"(۱)

غالب ثنائی خواجہ بہ یزداں گزا شتیم

غالب کی نعتیہ غزل کا اجمالی جائزہ

غالب کے فارسی دیوان میں شامل یہ نو اشعار کی نعتیہ غزل پر بہت کچھ لکھے جانے کے باوجود ابھی گفتگو کی گنجائش باقی ہے۔ یہ سچ ہے کہ دریا کے شیریں پانی کو پورے طور پر سینچا نہیں جاسکتا لیکن اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہوا جاسکتا ہے۔ غالب کے اردو دیوان میں تذکرہ رسول کم ہے جبکہ فارسی دیوان میں نعتیہ مضامین کے مختلف موضوعات پر رنگ برنگ نقش نظر آتے ہیں شاید اسی لیے غالب نے کہا تھا:

فارسی بیں تابہ بینی نقش ھائی رنگ رنگ
بگذراز مجموعہ اردو کہ بے رنگ من است

ڈاکٹر سید تقی عابدی لکھتے ہیں:

"غالب کے فارسی کلام میں نعتیہ اشعار کی تعداد زیادہ ہے جو نعتوں، معراج نامہ، رباعیات، قطعات مفرد اشعار اور ایک نعتیہ غزل پر مشتمل ہے"(۲)

کوئی بھی شعر شاعر کی علمیت، قوتِ تخیل اور قدرتِ فن کا مظہر ہوتا ہے۔ غالب کی فارسی شاعری میں تذکرہ خدا ورسولؐ سے ان کی قرآن اور احادیث سے آگاہی اسلامی تاریخ اور اسلامی فلسفہ سے آشنائی اور فارسی شاعری پر مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی لکھتے ہیں:

"غالب نے بھی دوسرے عمدہ نعت گو شعراء کی طرح نعت گوئی میں "باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" کی روش اختیار کی، یہی نہیں بلکہ تخیل کی گہرائی میں دقیق بینی اور حرمت شعاری کے ساتھ عبد و معبودیت کے فرق کو مبہم نہیں کیا کیونکہ عرفی شیرازی کا شعر نہ صرف ان کی نظروں کے سامنے تھا۔ بلکہ ان کی فکری اپج کا نقیب بھی رہا(۳)

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را (۴)

غالب کے فارسی دیوان میں موجود نعتیہ غزل نو اشعار پر مشتمل ہے اور اس کی ردیف "محمد ست" ہے اگرچہ اس نورانی ردیف سے مصرعے میں غضب کا اُجالا پیدا ہو گیا ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ اس اُجالے میں عمدہ مضامین کو ٹٹولنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں کہ اس روشنی سے عقل اور فکر کی آنکھیں مند ہو جاتی ہیں۔ اس غزل میں آٹھ بار اللہ تعالیٰ کے ناموں میں پانچ بار حق اور ایک بار کردگار، یزداں اور ذاتِ پاک استعمال ہوا جو مصرعوں اور مضمون کی رعایت سے رکھا گیا۔ غزل کا پہلا شعر ملاحظہ ہو:

حق جلوہ گرزِ طرز بیان محمدؐ ست
آرے کلام حق بزبان محمدؐ ست

ترجمہ:۔ حق ظاہر ہوا حضرت محمدؐ کے انداز بیان سے، ہاں حق کا کلام محمدؐ کی زبان سے جاری ہوا۔

غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت اور دین اسلام حضرت محمدؐ کی گفتگو ہی سے ظاہر ہوئے اور بے شک قرآن کریم اور حدیث قدسی کو ہم نے حضرت محمدؐ کی زبان سے ہی سنا۔ بقول ڈاکٹر سید تقی عابدی:

"غالب نے اس شعر میں سورۃ النجم کی آیت تین اور چار سے استفادہ کیا ہے کہ "اور نہ اپنی خواہش سے منہ سے بات نکالتے ہیں" یہ تو حکم خدا کہتے ہیں جو بھیجا جاتا ہے"۔(۴)

آئینہ دار پر تو مہرست ماہتاب
شان حق آشکار پر تو محمدؐ ست

ترجمہ: جس طرح چاند سورج کی روشنی کا مظہر ہے اسی طرح خدا کی شان بھی محمدؐ کی شان سے ظاہر ہوتی ہے۔

تیر قضاہر آئینہ در ترکش حق ست
اما کشاد آں زکمانِ محمدؐ ست

ترجمہ: تقدیر کا تیر بے شک حق تعالیٰ کے ترکش میں ہے لیکن وہ محمدؐ کی کمان سے ہی چھوٹتا ہے۔

دانی اگر بے معنی لولاک وارسی
خود ہرچہ حق ست ازانِ محمد ست

ترجمہ: اگر تو لولاک کے معنی سمجھ لے تو تجھے معلوم ہو گا۔ جو کچھ خدا کا ہے وہ سب محمدؐ کا ہی ہے۔

هر کس قسم به آنچه عزیز ست می خورد
سوگندِ کرد گار بجانِ محمدؐ ست

ترجمہ: ہر کوئی اس کی قسم کھاتا ہے جو اسے پیارا ہوتا ہے اسی لیئے خدا تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کی جان کی قسم کھائی ہے۔

واعظ حدیث سایہ طوبیٰ فروگذار
کاین سخن ز سروروانِ محمدؐست

ترجمہ: اے واعظ طوبیٰ کے سایہ کی بات چھوڑ دے کیونکہ اب یہاں حضرت محمدؐ کے سروراں کا ذکر ہو رہا ہے۔

بنگر دو نیمه گشتن ماهِ تمام را
کاں نیمه جنبشی زبنانِ محمدؐ ست

ترجمہ: توذرا بدرِ کامل کو دو ٹکڑے ہوا دیکھ۔ جو حضورؐ کی انگلیوں کے ایک معمولی اشعارے کا نتیجہ ہے۔

ورخود ز نقش مهر نبوت سخن رود
آں نیز نامور زنشاں محمدؐ ست

ترجمہ: اگر مہر نبوتؐ کی بات ہو تو یہ جاننا چاہیے کہ وہ حضورؐ کی نسبت سے ارفع اور معتبر ہوئی۔

غالب ثنائے خواجه به یزداں گزا شیشم
کاں ذاتِ پاک مرتبه دانِ محمدؐ ست

ترجمہ: غالب نے حضرت محمدؐ کی ثناء کو حقِ تعالیٰ پر چھوڑ دیا اس لیے کہ وہ صرف محمدؐ کے مقام اور مرتبہ سے واقف ہے۔

یہ غالب کے معروف مقطعوں میں شمار ہوتا ہے اس شعر میں شاعر کے عجز وانکسار کے ساتھ حضورؐ کے بلند مرتبے کا ذکر بھی ہے۔ جس کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ بہ قول جامی:

لا یمکن الثنا کما کان حقهٗ
بعداز خدا بزرگ توئی قصه مختصر

غالب کے نعتیہ کلام کی ایک انفرادی کیفیت یہ بھی ہے کہ ان کے تمام تر اشعار نعت کے کلیدی موضوعات اور مرکزی اہمیت کے مضامین رکھتے ہیں۔ یہاں ثانوی مضامین یعنی سراپا "فراق مدینہ" مطالب دنیوی کا ذکر نہیں بلکہ ہر جگہ حضورؐ کی تجلیل اور تعریف کر کے بڑے خوب صورت انداز میں اس وظیفہ عشق کو اللہ کے سپرد کیا ہے کہ حضورؐ کی مدح اور ثناء تو صرف وہی کر سکتا ہے جو ان کے مقام و مرتبے سے آگاہ ہے۔ اس مکمل نعت کے علاوہ غالب اور غزلوں میں بھی نعت کے اشعار کہے ہیں۔ دیوان کی پہلی غزل حمد ہے اور دوسری غزل کا آغاز نعتیہ اشعار سے ہوتا ہے۔ شروع کے سات شعر نعت میں ہیں اور باقی اشعار غزل کے رنگ میں ہیں۔ تیسری غزل کا آغاز شاعرانہ مضامین سے ہوتا ہے اور ساتویں شعر سے غزل نعت میں بدل جاتی ہے۔ مرزا محمد عسکری لکھتے ہیں:

> یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ ان کے تینوں جذبات یعنی حمد و نعت و منقبت میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ حضرت غالب علی بن ابی طالب کے سچے عاشق ہیں مگر دربار احدیث اور رسالت کا وہ اپنے نہیں ایک ادنی تابعدار غلام تصور کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ان دونوں سرکاروں سے میں عاجزی کر کے گڑ گڑا کے کسی نہ کسی طرح اپنا کام نکال لوں گا۔ کیونکہ ایک کی سخاوت اور رحم اور دوسرے کی شفاعت اور چارہ سازی مشہور ہے"(۵)

غالب کی فارسی شاعری کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کو ارحم الراحمین اور رسولؐ کو رحمۃ للعالمینؐ دل سے سمجھتے تھے اور ان کا دلی اعتقاد تھا کہ خدا بے نیاز اور رسولؐ بندہ نواز ہیں۔ میں جو کچھ بھی کروں گا بلا پرسش بخش دیا جاؤں گا کیونکہ وہاں بخشش رحمت اور شفاعت پر موقوف ہے نہ کہ ہمارے اعمال کی جانچ پڑتال پر۔

مثنوی ابر گُہر بار اور مدحتِ رسولؐ

مثنوی ابر گُہر بار غالب کی نامکمل مثنوی ہے یہ مثنوی "کلیات غالب" طبع اوّل لکھنو ۱۸۶۳ء میں اس عنوان سے شامل ہے۔ مثنوی ناتمام موسوم بہ " ابر گُہر بار" ،"یا اسد اللہ الغالب مثنوی یاز ہمین"

کلیات کی اشاعت کے بعد یہ الگ سے بکمال تصحیح ۱۸۶۴ء میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئی۔ غالب کے خطوں میں صرف دو تین جگہوں پر اس کا ذکر آیا ہے۔ ایک خط بنام صوفی منیری سے پتہ چلتا ہے کہ غالب نے "ابر گہر بار" کا ایک نسخہ انہیں بھیجا تھا غالب لکھتے ہیں:

"ایام شباب میں کہ بحر طبع روانی پر تھا جی میں ایا کہ غزوات صاحب ذوالفقار لکھنا چاہیے حمد و نعت و منقبت و ساقی نامہ و مغنی نامہ لکھا گیا داستان طرازی کی توفیق نہ پائی ناچار اس آٹھ نو سو شعر کو چھپوالیا"(۶)

اس مثنوی میں ۵۷ نعتیہ اشعار ہیں جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

بنام ایزدای کلک قدسی صریر
بہر جنبش از غیب نیر و پذیر

" ابر گُہر بار" کی نعت دراصل بیان معراج" کی تیاری ہے جو اس پر مستزاد ہے اور روش عام پر اضافہ

غالب کا معراج نامہ

غالب کا شاہکار "معراج نامہ" مثنوی ابر گُہر بار کا جزو لازم ہے۔ جو فارسی میں ہے اور اس میں دو سو اکاسی اشعار ہیں۔ اس معراج نامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین نو آسمانوں یعنی فلک اوّل قمر سے فلک نہم عرش الہٰی تک تفصیلی گفتگو ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ غالب نے اس فلکی سیر میں برجوں کو ان کے اثرات کے ساتھ نظم بھی کیا ہے۔ اور خود بھی دبیر فلک کی شکل میں اس معراج کے سفر کا نظم نگار بھی ہے۔ برصغیر میں شاید یہ پہلی اس نوعیت کی مثنوی ہو جس میں افلاک کی مفصل سیر اور بارہ برجوں کے اثرات کو حضورؐ کی معراج میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہو۔ علامہ اقبال کا "جاوید نامہ" تقریباً غالب کے اس معراج نامہ کے سو سال بعد ۱۹۳۲ء میں تصنیف ہوا۔ سید تقی عابدی لکھتے ہیں۔

"اگر چہ فارسی تصوف کی شاعری میں معراج کے عنادین اور سیر افلاک پر اشعار ملتے ہیں اور تصوفی فکر کے شعراء کا یہ خاص اور دلچسپ میدان تھا۔ جس میں وہ سمند تخیل کو دوڑاتے تھے۔ چنانچہ نظامی کے خمسہ ، مولوی کی مثنوی معنوی میں یہ مضامین جب فکر و ہمت رقم ہوتے ہیں۔ لیکن جس طرز سے غالب نے اس کو نبھایا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی" (۷)

غالب کا معراج نامہ یوں شروع ہوتا ہے:

ھما نا در اند یشہ روز گار
شبی بود سر جوش لیل و نھار

ترجمہ: زمانے کے خیال میں وہ رات ایسی ہے جو راتوں اور دنوں کا اصل جوہر ہے۔

اس کے بعد ۲۰ سے ۲۵ اشعار میں رات کی تازگی، رات کی رونق اور روشنی کا انوکھے انداز میں بیان ہے۔ الغرض غالب نے شب معراج کو نہ صرف روزِ روشن سے روشن تر کر دیا:

درآں روزِ فرخندہ آں شب نخست

ھمہ روزِ خو درا بخورشید تست

ترجمہ: اس مبارک دن کو رات نے پہلے تو سورج کے نور سے دن بھر خود کو خوب دھویا اور نور سے ذرے ذرے میں خورشید کی چمک بھر آگئی۔ پھر آگے مل کر غالب لکھتے ہیں کہ فرشتوں کا فرشتہ (جبرئیل) وارد ہوا وہ پیغمبر اکرمؐ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

خدا وند گیتی خرید ار تست

شبت ایں ولی روزِ بازار تست

ترجمہ: زمین اور آسمان کا مالک آپ کا طلبگار ہے اگر چہ کہنے کو یہ رات کا وقت ہے لیکن آپؐ کے لیے یہی روزِ بازار ہے۔

اس کے بعد غالب معراج کے مختلف مراحل بیان کرتے ہیں کہ کس طرح۔

"ہماسایہ رخشی بہ پیشیش کشید"

ہما جیسے مبارک سایہ رکھنے والے گھوڑے کو ان کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ پھر کئی اشعار میں جنت کے گھوڑے یا براق کی رفتار اور شکل و صورت کو اچھی طرح نظم کیا ہے پھر حضورؐ کی سواری کے مختلف افلاک پر جانے کا ذکر ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی سواری آگے بڑھتے جاتی ہے ساتوں افلاک پیچھے رہ جاتے ہیں یہاں پر غالب نے برجوں کے در کھولے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ جب عرش پر پہنچ جاتے ہیں تو غالب لکھتے ہیں:

ھر گونہ بخشیش سرا فراز گشت

ھم از حضرت حق بحق باز گشت

ہر قسم کی بخشش سے سر فراز ہوئے۔ حق کے سامنے حضوری کے مرتبے سے واصل بہ حق ہوئے۔

پھر لکھتے ہیں کہ جتنی دیر میں نشانِ قدم سے قدم اٹھے اتنی ہی دیر میں وہ اپنے مسکن پر آگئے باہر جاتے وقت دروازے کی جنبش سے زنجیر کا حلقہ ہلا تھا۔ وہ اسی طرح ہل رہا تھا صبح ہوتے ہی جب سجدے کا وقت آیا تو انہیں خدا کے ہم نام کی طرف سے درود کی آواز آئی خدا کے بعد علیؑ سے ملنا ایک اور خوشی کا سبب ہو گیا۔ اس معراج نامہ کے آخری شعر میں لکھتے ہیں:

نہ گنجد دوئی درنبی و امامؑ

علیہ الصّلوۃ علیہ السلام

ایک نبیؐ ہے ایک امامؑ ان کے درمیان کوئی دوئی نہیں نبیؐ پر درود ہو اور علیؑ پر سلام۔

مغنی نامہ

"مغنی نامہ" غالب کی فارسی مثنوی "ابرِ گہر بار" کا حصہ ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

مغنی اگر زحمہ بدتا رزن

گل از نغمہ تربدستا رزن

ترجمہ: مغنی تار پر دوسری مفراب لگا۔ کوئی ایسا پر اثر نغمہ سنا کہ تیری دستار پر فضیلت کا پھول چڑھے۔

''مغنی نامہ'' کے ایک سو چالیس اشعار ہیں۔ مثنوی کا یہ حصہ در حال حضور اکرمؐ ہے یہ مثنوی جیسا کہ غالب نے اس کی کتابی اشاعت کے دیباچے میں بھی لکھا ہے۔ ناتمام ہی رہ گئی یعنی

''حقیقی بادل صرف قطرہ افشانی ہی کر سکا، اور دجلہ ریز نہ ہوا''

یہ مثنوی لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ غالب چاہتے تھے کہ اس میں حضرت محمدؐ کے غزوات کا بیان کریں۔ یادگار غالب میں حالی نے کلیات نظم فارسی کے جائزے کو ''مثنوی ابر گُہر باہر'' کے ذکرِ خیر پر ختم کیا ہے۔ حالی کا بیان ہے کہ ''مرزا نے کوئی مبسوط مثنوی نہیں لکھی۔ ان کے کلیات میں گیارہ مثنویاں ہیں جن میں سے سے بڑی (وہ) جس کا نام مرزا نے ''ابر گُہر بار'' رکھا تھا۔ ان کا ارادہ آنحضرت کے غزوات بیان کرنے کا تھا۔ مگر چونکہ یہ ان کی آخری تصنیف تھی اور اخیر عمر میں طرح طرح کے عوائق اور مواقع پیش آئے۔ اس وجہ سے غزوات کے شروع کرنے کی نوبت نہیں پہنچی صرف دیباچے کے چند عنوان لکھنے پائے تھے۔ کہ مکرویات روزگار نے گھیر لیا۔ مگر یہ مثنوی ان کی تمام مثنویوں سے ممتاز ہے۔

رباعی

شب چست سویدای دل اھل کمال
سرمایہ دہ حسن بذلف و خط وخال
معراج نبیؐ بشب ازاں بود کہ نیست
وقتی شایستہ تر زشب بھر و مال

قطعہ

سہ تن زپیمبران مرسل
گشتند بقرب حق مشرف
عیسیٰؑ زصلیب و موسی ازطور
ختم الرّسلؐ از براق ورفرف

افتخار احمد عدنی لکھتے ہیں:

غالب کی نعتیں جامی کی نعتوں سے بہت مختلف ہیں جامی عشق رسولؐ میں ڈوبے ہوئے تھے ان کے ہاں محبت کی وارفتگی ہے۔ غالب کے ہاں محبت سے زیادہ تحیر ہے۔ وہ مقام رسالت کی عظمت سے حیران ہو کر اپنے تاثرات کو بیان کرتے ہیں۔ ان کی حمد و نعت دونوں میں احساس سے زیادہ فکر کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کے خیال کی پرواز اور ذہن کی جودت نے کہیں ان کا ساتھ نہیں چھوڑا نہ عشق رسولؐ میں نہ حمد خدا میں یہی ان کا امتیاز ہے'' (۸)

مختصر یہ کہ غالب اپنی فارسی شاعری میں جا بجا نعت کے شعر کہتے رہے۔ مثنوی ابر گُہر بار لکھی۔ حضورؐ کی مدح میں قصائد ، رباعیات، غزلیات اور سلام لکھا۔ مختلف غزلیات میں بھی نعتیہ اشعار لکھتے رہے۔ عشق رسولؐ میں بے اختیار شعر کہے۔ غالب کا وہی انداز ہے جو حافظ کا تھا۔ غالب کی زندگی میں مایوسی کے گہرے بادل چھٹنے میں جو امید کی کرنیں ان کی زندگی کو روشن کرتی ہیں۔ وہ حضورؐ سے والہانہ عشق کی ہی بدولت ہیں۔

حوالہ جات

1. افتخار احمد عدنی: ''غالب شناسی کے کرشمے'' لاہور: ایچ وائی پرنٹرز، ۱۹۹۵ء، ص ۱۴۱
2. تقی عابدی، سید، ڈاکٹر: ''غالب دیوانِ نعت و منقبت'' نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز دریا گنج، ۲۰۰۶ء، ص ۱۸۳
3. ایضاً، ص ۱۸۳
4. ایضاً، ص ۱۸۴
5. محمد عسکری، مرزا مولوی: ''مرزا غالب کی شاعری'' لکھنو: صدیق بک ڈپو، ۱۹۴۴
6. معین الرحمن، سید، ڈاکٹر: ''غالب کا علمی سرمایہ'' لاہور: وقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۲۲۷
7. تقی عابدی، سید، ڈاکٹر: ''غالب دیوان نعت و منقبت'' ص ۱۹۱
8. افتخار احمد عدنی: ''غالب شناسی کے کرشمے'' ص ۱۶۴-۱۶۵